بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔"

(الحجرات: ۱)

# عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## حقائق کے آئینے میں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو مکمل فرما کر قرآن مجید میں یہ اعلان فرما دیا:

{ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا } (المائدۃ:۳)

اس آیت کے ذریعے اللہ رب العزت نے دین اسلام کی تکمیل فرما دی۔ اور ساتھ ہی اسلام کو بطور دین پسند بھی فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: { اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ } (آل عمران:۱۹) اب اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رکھی۔ ہر اس طریقہ کار کو قرآن وحدیث میں واضح بیان کر دیا گیا، جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے اور اس طریقہ کار کو ہم صرف اور صرف قرآن وسنت کے ذریعے سے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ }

''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور (ان کی نافرمانی کر کے) اپنے اعمال برباد نہ کرو۔'' (محمد:۳۳)

قرآن وحدیث کی اتباع کے ساتھ ساتھ ہمیں دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے اور ان پر عمل کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ دین میں ہر نیا ایجاد کردہ کام ''بدعت'' کہلاتا ہے، جو کہ گمراہی ہے۔ اس سلسلے میں امام کائنات، امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

((من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد)) (صحیح بخاری:۲۶۹۷)

''جس نے ہمارے اس حکم (دین) میں کوئی نئی بات ایجاد (کر کے داخل) کی، جو اس میں نہ تھی تو وہ قابل رد ہے۔''

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد)) (صحیح مسلم:۱۷۱۸)

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے۔''

موجودہ دور میں لوگ بہت سی بدعات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چونکہ یہ بدعات نیکی سمجھ کر کی جاتی ہیں، اس لئے ان کو عام طور پر برا بھی نہیں سمجھا جاتا، اس مختصر سے مضمون میں ہم بدعت کی حقیقت اور اس کے حکم کو قرآن وسنت اور فہم سلف سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

**بدعت کا معنی**: لغوی طور پر "بدعت" ہر اس نئی چیز کو کہتے ہیں، جو سابقہ مثال کے بغیر بنائی گئی ہو، چنانچہ اس معنی میں قرآن میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت وارد ہے: {بديع السماوات والأرض} یعنی "زمین وآسمان کو سابقہ کسی مثال کے بغیر پیدا کرنے والا۔" (البقرۃ:۱۱۷)

**بدعت کی شرعی تعریف**: شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وليس له أصل في الشرع ويسمى في عرف الشرع بدعة وما كان له أصل يدل عليه الشرع فليس ببدعة. فالبدعة في عرف الشرع مذمومة بخلاف اللغة"

"جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو تو اسے شرعاً بدعت کہتے ہیں، اور جس کی شریعت میں اصل (دلیل) ہو، وہ بدعت نہیں، لہٰذا شرعاً جسے بدعت کہا جاتا ہے، وہ مذموم ہے، اور لغوی اعتبار سے ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی۔"

(فتح الباری: ۱۳/۲۵۳، تحت حدیث رقم: ۷۲۷۷)

تقریباً یہی تعریف حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔

(دیکھئے: جامع العلوم والحکم: ص، ۵۹۶ تحت حدیث: ۲۸، بتحقیق ماہر یسین الفحل)

احناف کے بزرگ علامہ عینی حنفی بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"وهي ما لم يكن له أصل في الكتاب والسنة. و قيل: إظهار الشئ لم يكن في عهد رسول الله ولا فيز من الصحابة رضي الله عنهم"

"بدعت وہ کام ہے، جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسی چیز کا اظہار جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھی۔" (عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری: ۷/۲۵۳)

بریلوی مکتبہ فکر کے مشہور عالم غلام رسول سعیدی صاحب اپنی کتاب 'شرح صحیح مسلم' میں لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس خاص عبادت کے کرنے کا محرک ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع نہ ہو، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے وہ کام قصداً ترک کیا ہو تو وہ کام کرنا یقیناً ناجائز امر بدعت ہے"۔

(شرح صحیح مسلم: ۱/۵۲۱ ۵۴)

درج بالا علماء کی تصریحات اور غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب کی اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ ''بدعت'' ہر وہ عمل ہے جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، اور لغوی بدعت اس میں شامل نہیں۔

**بدعت کا حکم:** ہر بدعت گمراہی ہے، اور اللہ کی شریعت میں اضافہ ہے۔ (نعوذ باللہ)

۱۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں یوں فرمایا کرتے تھے: ((وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة)) ''اور برے ترین اعمال بدعات ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷)

۲۔ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بطور وصیت فرمایا: ''تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، تو ان حالات میں میری سنت کو لازم پکڑنا اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور اس پر سختی سے جمے رہنا، نیز دین میں پیدا ہونے والی نئی نئی باتوں سے خود کو بچائے رکھنا، کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (سنن أبی داود: ۴۶۰۷، سنن ترمذی: ۲۶۷۶ وسندہ صحیح)

درج بالا احادیث کسی بھی غیر جانبدار آدمی کے فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ آج بھی ہر طرف اختلاف کا دور دورہ ہے، ہر آدمی اپنے مولوی، اپنے امام اور اپنے بزرگ کی بات کرتا نظر آتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے فرقے اور برادری کے تعصب سے بالاتر ہو کر امام کائنات، امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سچی تعلیمات کو سینے سے لگائیں۔

۳۔ فقیہ الامت، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب میرے بعد تمہارے معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ آجائیں گے، جو سنت کو مٹائیں گے، بدعتیں جاری کر کے ان پر عمل کریں گے، نمازوں کو ان کے اوقات سے موخر کریں گے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں ان کو پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام معبد کے بیٹے! مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا کرو گے؟ جو اللہ کا نافرمان ہے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۵، مسند أحمد: ۱/۳۹۹ وسندہ حسن)

۴۔ ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ہر سال ہی کچھ لوگ کوئی بدعت جاری

کر دیتے ہیں، اور اس کی جگہ کوئی سنت مٹا دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ بدعات زندہ اور سنتیں مردہ ہو جائیں گی"۔(البدع والنهی عنها لابن وضاح:۹۲، السنة للمروزی:۱۰۰، المعجم الكبير للطبرانی: ۱۰/۳۱۹، ح:۱۰۶۱۰ وقال الهيثمي في المجمع: ورجاله موثقون، وسنده حسن)

۵۔ امام حسان بن عطیہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لوگ اپنے دین میں جو بدعات جاری کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے ان جیسی سنتیں چھین لیتا ہے، پھر قیامت تک ان لوگوں کو وہ سنتیں نصیب نہیں ہوتیں"۔

(سنن الدارمی:۹۹ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ بدعت کا سب سے خطرناک نقصان یہ ہوتا ہے کہ سنتیں ہم سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ جاتی ہیں، اور آج لوگوں سے انہی بدعات کے سبب بے شمار سنتیں چھوٹی ہوئی ہیں، حتیٰ کہ لوگوں کو جب ان سنتوں کی ترغیب دلائی بھی جائے تب بھی وہ ان کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)۔

## بدعت کی اقسام:

بعض لوگوں نے بدعت کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہوا ہے: بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

۱۔ حالانکہ امام کائنات، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے، جیسا کہ "نمبر ۱" میں حدیث سے واضح ہے۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "كل بدعة ضلالة، وان راها الناس حسنة" "ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے 'بدعت حسنہ' ہی سمجھیں"۔ (السنة لمحمد بن نصر المروزی: ۸۲، المدخل الى السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱۹۱ وسنده صحيح)

جلیل القدر صحابی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ کوئی بدعت حسنہ یا اچھی نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر بدعت گمراہی ہی ہوتی ہے۔

۳۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے جمعرات کے درس میں فرمایا کرتے تھے:

"وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة"

"(دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

(البدع والنهی عنها لابن وضاح:۵۷، السنة لابن أبي عاصم:۲۵ وسنده صحيح)

جب ہر بدعت ہی گمراہی ہے، تو پھر گمراہی حسنہ (اچھی) کیسے ہو سکتی ہے؟؟

## بدعت کا خطرناک انجام:

بدعت انسان کے اعمال برباد کر دیتی ہے اور اسے جہنم لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ صحیح حدیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو شخص بھی میری طرف آئے گا وہ اس کا پانی پیے گا، پھر وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا اور وہاں کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے، جنہیں میں پہچان لوں گا (کہ یہ میرے امتی ہیں) لیکن پھر انہیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا''۔ (صحیح بخاری: ۶۵۸۳)

آپ ﷺ فرمائیں گے: ''یہ تو مجھ سے ہیں'' تو جواب میں کہا جائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں، اس پر آپ ﷺ فرمائیں گے: ''دور ہو جائے، دور ہو جائے وہ شخص جس نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلی کر لی تھی۔'' (صحیح بخاری: ۶۵۸۴)

۲۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان اللہ حجب التوبة عن صاحب کل بدعة ))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے توبہ کو ہر بدعتی سے دور کر دیا ہے۔''

(المعجم الأوسط للطبرانی: ۲۸۱/۴، ح: ۴۲۰۲، وسندہ صحیح)

۳۔ جلیل القدر تابعی، امام ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بلا شبہ بدعتی لوگ گمراہ ہیں اور میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہی سمجھتا ہوں۔'' (سنن الدارمی: ۱۰۱، القدر للفریابی: ۳۶۵، الشریعۃ: للآجری: ۱۳۶، ۲۰۵۳ وسندہ صحیح)

ان دلائل سے بدعت کی سنگینی اور بدعتی کا انجام واضح ہے۔

## بدعت کے متعلق چند شبہات کا ازالہ

**اعتراض ۱:** بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ پنکھا، بجلی، لاؤڈ سپیکر وغیرہ بھی تو بدعت ہیں۔۔۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی طور پر بدعت ہر اس کام کو کہتے ہیں جسے دین سمجھ کر دین میں داخل کیا جائے، جیسا کہ اس کی وضاحت ایک حدیث میں بالکل عیاں ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من أحدث فی دیننا ما لیس منه فهو رد))

''جو ہمارے 'دین' میں ایسی بات نکالے، جو اس میں موجود نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

(جزء فیه من حدیث لوین: ۷۱، ط مکتبة الرشد الریاض، وسنده صحیح، مزید دیکھیے: شرح السنة للبغوی: ۱/۱۸۴، ح: ۱۰۳)

اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ یہ کام کوئی شخص بھی دین یا ضروریات دین سمجھ کر نہیں کرتا۔ اور دنیاوی امور کے متعلق تو خود امام اعظم، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا تھا:

((أنتم أعلم بأمور دنیاکم)) ''دنیاوی امور کو تم زیادہ جانتے ہو''۔ (صحیح مسلم: ۲۳۶۳)

اس حدیث مبارکہ سے یہ اصول ثابت ہوا کہ دنیاوی کاموں میں جب تک ممانعت وارد نہ ہو، کر سکتے ہیں، جبکہ دین کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کا حکم ضروری ہے، جب تک شرعی دلیل نہ ہو، ان کا کرنا ممنوع ہے۔

**اعتراض ۲:** بعض لوگ یہ روایت پیش کرتے ہیں:

((من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثل أجر من عمل بها...))

''جس نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا، پھر اس پر عمل بھی کیا گیا، تو اس کے لئے عمل کرنے والوں کے ثواب کی طرح ثواب ملے گا...''

اس حدیث سے بدعت کی مشروعیت کے لئے دلیل پکڑنا نہایت ہی حیران کن ہے!! کیونکہ اگر اس مکمل حدیث کا بغور مطالعہ کرلیا جائے، تو واضح ہوتا ہے کہ ان الفاظ سے پہلے ایک واقعہ مذکور ہے، جو ان الفاظ کا سبب ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں چند دیہاتی آئے، جو اونی کپڑے پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کی خستہ حالت اور حاجت کو دیکھ کر لوگوں کو صدقہ کرنے کے لئے کہا۔ لوگوں نے کچھ تاخیر کی، جس سے آپ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر ایک انصاری درہموں کا تھیلا لے کر آیا، پھر دوسرا آیا، اس طرح لانے والوں کی قطار بن گئی، حتی کہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ اقدس پر خوشی و فرحت کے آثار دکھائی دینے لگے، اس پر آپ ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱۷)

اس واقعے کی تفصیل کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اس سے بدعت کا جواز قطعاً ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ صدقہ وخیرات کی شریعت میں اصل موجود ہے اور جس کی اصل موجود ہو وہ قطعاً بدعت نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل ''بدعت کی تعریف'' میں گزر چکی ہے، اور اس حدیث میں ''اچھا طریقہ'' جاری کرنے

سے مراد وہ طریقہ ہے جس کی کتاب وسنت میں اصل (دلیل) موجود ہو، لیکن کسی وجہ سے وہ عمل موقوف ہو چکا ہو تو ایسے الفاظ کہے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے بدعت کا استدلال لینا سراسر ناانصافی ہے۔

**اعتراض ۳:** بعض لوگ نمازِ تراویح کے حوالے سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول پیش کرتے ہیں:

نعم البدعة هذه... (صحیح بخاری: ۲۰۱۰)

عرض ہے کہ نمازِ تراویح قطعاً بدعت نہیں، کیونکہ اس کی اصل (دلیل) نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اس کے بہت سے ادلہ احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ملاحظہ فرمائیں: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انه من قام مع الامام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة)).

"جو شخص امام کے ساتھ قیام کرتا ہے یہاں تک کہ وہ (امام) لوٹ جائے، تو اس کے حق میں پوری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے"۔ (سنن ترمذی: ۸۰۶، وسندہ صحیح)۔

اس کا ثبوت اللہ کے نبی ﷺ سے بالفعل بھی ثابت ہے، لیکن تراویح کے فرض ہونے کے ڈر سے اللہ کے نبی ﷺ نے تین دن کے بعد اس کی جماعت کو ترک کر دیا تھا۔ دیکھئے ((صحیح بخاری: ۲۰۱۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲/۱۳۸، ح: ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان: ۲۴۰۹ وغیر ذلک) یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصل کے موجود ہونے کے باعث مختلف ٹولیوں کی شکل میں نمازِ تراویح ادا کیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہی واضح ہے، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو ایک امام کے پیچھے جمع فرما دیا۔ (لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل). اور اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بدعت کا لفظ لغوی معنی میں مراد لیا ہے، جو کہ مذموم نہیں، البتہ شرعاً ہر بدعت گمراہی ہے، جیسا کہ بدعت کی تعریف میں یہ بات گزر چکی ہے۔ اس بات کی تائید خود سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كل بدعة ضلالة، وان راها الناس حسنة "ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے 'بدعت حسنہ' سمجھیں۔" (السنة لمحمد بن نصر المروزي: ۸۳، المدخل الى السنن الكبرى للبيهقي: ۱۹۱ وسنده صحيح)

**اعتراض نمبر ۴:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان بدعات (مثلاً عید میلاد النبی، چالیسواں، گیارہویں، رجب کے کونڈے وغیرہ) سے منع بھی تو نہیں فرمایا، اس لئے یہ کام بالکل جائز ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ہر ہر چیز کا نام لے کر اسے ناجائز وحرام قرار نہیں دیا، بلکہ اصول بیان کئے ہیں، جو چیز ان اصولوں پر پوری اترے اس کا حکم وہی ہے جو اصول کا ہے۔ مثلاً ''ہر کچلی والا درندہ حرام ہے'' (صحیح مسلم: ۱۹۳۲)، یہ اصول بیان کر دیا گیا اور اس کے تحت جتنے بھی جانور ہیں وہ حرام قرار پائیں گے۔ لیکن جانوروں کی مکمل فہرست قرآن وحدیث میں نہیں ملے گی کہ یہ حرام ہے اور یہ حلال!!! بالکل اسی طرح شرعی کاموں کے لئے بھی اصول بیان کر دیا گیا کہ ((کل بدعة ضلالة))۔ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷) تو اس اصول کے تحت دین میں کوئی کام بھی اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا جا سکتا ورنہ وہ کام بدعت کے زمرے میں آئے گا، جو کہ سراسر گمراہی ہے۔

اسی لئے مشہور مفسر قرآن، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بڑی زبردست بات کہی ہے:

"وأما أهل السنة والجماعة فيقولون فى كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة هو بدعة ،لأنه لو كان خيراً لسبقونا اليه. لأنهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير الا وقد بادروا اليها" ''اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ہر وہ قول وفعل بدعت ہے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو، اس لیے کہ اگر وہ کام اچھا ہوتا تو وہ (صحابہ) ہم سے پہلے کر گزرتے، کیونکہ انہوں نے کوئی نیک کام ایسا نہ چھوڑا جس کے کرنے میں جلدی نہ کی ہو''۔

(تفسیر ابن کثیر: ۷/۲۷۸، تحت سورۃ الأحقاف آیت نمبر ۱۱، ط: دار طیبہ)

جلیل القدر اور ثقہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا يستقيم قول الا بعمل . ولا يستقيم قول وعمل الا بنية، ولا يستقيم قول وعمل ونية الا بموافقة السنة" ''کوئی قول عمل کے بغیر درست نہیں، کوئی قول وعمل نیت کے بغیر درست نہیں اور کوئی قول، عمل اور نیت سنت کی موافقت کے بغیر درست نہیں ہو سکتے''۔ (حلية الاولياء لابی نعیم الاصبهانی: ۷/۳۲، وسندہ حسن)

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ اور مشہور امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولا ينفع قول الا بعمل، ولا عمل وقول الا بنية، ولا قول وعمل ونية الا بسنة"

''قول عمل کے بغیر فائدہ نہیں دے سکتا، اور نہ ہی عمل اور قول نیت کے بغیر فائدہ مند ہوں گے اور اسی طرح قول، عمل اور نیت بغیر سنت کے کسی کام کے ہیں۔''

(أصول السنة للحميدي: ۳۵۹/۲ ونسخة أخرى: ص، ۵۴۶ مندرج فى آخر مسنده)

درج بالا تمام دلائل موجودہ دور کی تمام بدعات پر فٹ ہوتی ہیں، ان بدعات میں سرِ فہرست عید میلاد النبی ﷺ ہے اور اب تو لوگوں نے اس کے منانے کے نام نہاد شرعی طریقے بھی دریافت کر لئے ہیں...!!!

آیئے ایک نظر عید میلاد النبی ﷺ کی طرف بھی ڈالتے ہیں:

## عید میلاد النبی ﷺ

یہ بات ذہن میں رہے کہ امام کائنات، امام اعظم سیدنا محبوبنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہر مومن کے ایمان کا جزوِ لازم ہے، لیکن اس تعظیم کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر دین میں اپنی طرف سے اضافے کرنا شروع کر دیئے جائیں۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی تعظیم میں آکر ہم آپ ﷺ کی ہی مخالفت شروع کر دیں گے تو یہ بدترین گستاخی و نافرمانی ہے۔ (والعیاذ باللہ)

عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں جو شخص بھی بنظر انصاف، درج بالا بحث پڑھ لے گا وہ لامحالہ اسے بدعت ہی قرار دے گا، لیکن اتمام حجت کے لئے درج ذیل باتوں پر بھی غور فرمائیں:

۱۔ جشن میلاد النبی ﷺ کا کوئی وجود نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین کے دور میں نہیں ملتا اور اس بات کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو لوگ عید میلاد منانے میں پیش پیش ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

i۔ بریلوی مکتبہ فکر کے معتبر عالم غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: ''سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافلِ میلاد نہیں منعقد کیں بجا ہے''۔ (شرح صحیح مسلم: ۳/۱۷۹)

ii۔ بریلوی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے علامہ سخاوی سے نقل کیا ہے: ''میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا، بعد میں ایجاد ہوا''۔

مزید لکھتے ہے: ''جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا، وہ شاہ اربل ہے اور ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی، جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں''۔ (جاء الحق: ۱/۲۳۷)

علامہ سخاوی کی مذکورہ بالا عبارت بریلوی مکتبہ فکر کے علامہ محمد ظفر عطاری صاحب نے اپنی کتاب ''حق پر کون؟ صفحہ ۲۳۳'' اور نام نہاد شیخ الاسلام طاہر القادری نے بھی اپنی کتاب ''میلاد النبی ﷺ'' کے صفحہ نمبر ۳۴۹ پر بھی نقل کی ہے۔

iii۔ عبدالسمیع رامپوری بریلوی لکھتے ہیں: ''یہ سامان فرحت وسرور اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاول کے ساتھ، اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔''

(انوار ساطعہ: ص،۱۰۹)

iv۔ مولوی قاضی فضل احمد بریلوی لکھتے ہیں: ''یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اس ہیئت کذائیہ سے یہ عمل خیر وبرکت و نعمت ورحمت ۶۰۴ھ سے بحکم بادشاہ اولی الامر۔۔۔ جاری ہے۔'' (انوار آفتاب صداقت، ص ۳۹۳)

v۔ بریلوی مکتبہ فکر کے نام نہاد شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''سو وہ (صحابہ کرام) ولادت کی خوشی میں جشن مناتے، نہ وصال کے غم میں افسردہ ہوتے۔''

(میلاد النبی ﷺ، ص ۴۵۴)

معلوم ہوا کہ جشن میلاد منانے والوں کے ہاں بھی پہلے ۳۰۰ یا ۶۰۰ سال تک مسلمان اس عید سے ناآشنا تھے۔ تو جب ایک چیز کا وجود ہی نبی اکرم ﷺ، صحابہ وتابعین کے زمانے میں نہیں تھا، تو اس کے دلائل قرآن وسنت سے پیش کرنا رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اولیاءعظام کی سراسر گستاخی نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔! کہ واضح طور پر قرآن وحدیث میں جشن میلاد النبی ﷺ کے دلائل موجود ہونے کے باوجود ان عظیم ہستیوں نے نہ تو خود اس عید میلاد کو منایا اور نہ ہی امت کو اس کی تعلیم دی۔۔۔!!!! سوچیں ایسا کہنے کے بعد آدمی مسلمان کہلوانے کے قابل رہ جاتا ہے؟؟؟ بدعت کی یہی تو خرابی ہے کہ بظاہر نیکی کے زعم باطل میں انسان ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

۲۔ امام کائنات، سیدنا ومحبوبنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کیا ہے؟؟ اس میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد منانا، سلف صالحین کا شعار ہوتا، تو تاریخ ولادت میں اس قدر کثیر اختلاف نہ ہوتا۔ تاریخ ولادت کے بارے میں ائمہ کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

**پہلا قول:** آپ ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ یہ قول علامہ ابن رجب رحمہ اللہ، محمد بن اسحاق

،علامہ ابن کثیر، امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہم کا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، سیرت ابن ہشام ودیگر کتب)

**دوسرا قول:** ۸ ربیع الاول۔ یہ قول علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (الاستیعاب: ۱/۱۳۷)، امام مالک رحمہ اللہ (البدایۃ والنہایۃ: ۳/۳۱) وغیرہم کا ہے، اسی طرح بریلویوں کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے بھی ۸ ربیع الاول کو جمہور کی رائے قرار دیا ہے۔ دیکھئے: (فتاوی رضویہ: ۲۶/۴۱۲)

**تیسرا قول:** ۲ ربیع الاول: یہ قول علامہ مزی رحمہ اللہ کا ہے۔ (تہذیب الکمال: ۱/۳۸)

**چوتھا قول:** ۱۰ ربیع الاول۔ یہ قول امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ابو جعفر محمد بن علی کے حوالے سے نقل کیا ہے (طبقات ابن سعد: ۱/۱۲۱) امام ذہبی رحمہ اللہ کے شیخ ابو محمد الدمیاطی کا بھی یہی قول ہے۔

(تاریخ الاسلام للذھبی: ۱/۱۶)

**پانچواں قول:** ۱۰ محرم۔ یہ قول شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ۲/۳۹۲)

اس کے علاوہ بے شمار اقوال ہیں، جو یہاں بیان نہیں ہو سکتے، قصہ مختصر یہ کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے ولادت کے دن عید منانا سلف میں رائج ہوتا تو تاریخ ولادت میں اس قدر شدید اختلاف نہ ہوتا جیسا کہ اسلام کی بقیہ دو عیدوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

۳۔ محدثین کرام نے اپنی احادیث کی کتب میں عیدین کے مسائل مستقل باب باندھ کر بیان کئے ہیں، لیکن ان میں کہیں بھی عید میلاد النبی ﷺ کا تذکرہ تک نہیں ہے، یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ عید بعد میں ایجاد کی گئی، سلف میں اس کا رواج نہیں تھا۔

۴۔ میلاد منانے والے یہ ماننے کے باوجود کہ یہ عید میلاد ۳۰۰ یا ۶۰۰ سال بعد ایجاد ہوئی، قرآن سے اس کی دلیل پیش کر کے قرآن میں تحریف معنوی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً اس سلسلہ میں ایک آیت یہ پیش کی جاتی ہے:

{قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا} (یونس: ۵۸)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی بنا پر لوگ خوش ہو جائیں''۔

میلادی طبقے اس کا معنی یہ کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ۔'' حالانکہ 'فرح' کا معنی خوش ہونا یا خوشی محسوس کرنا ہوتا ہے، نہ کہ خوشی مناؤ۔ جیسا کہ صحیح بخاری (۱۹۱۵) میں ہے کہ جب سورہ البقرۃ کی آیت ۱۸۷ نازل ہوئی {ففرحوا بها فرحاً شدیداً} ''اس پر صحابہ کرام بہت خوش ہوئے''۔ کیا صحابہ

کرام نے خوشی منائی اور جلوس نکالا؟؟؟؟

دوسری بات یہ کہ اگر اس کا ترجمہ خوشی مناؤ ہی کرنا ہے، تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اس آیت کا معنی نہیں سمجھے تھے؟؟ جب انہوں نے اس آیت سے خوشی منانے اور جلوس نکالنے کا مطلب نہیں لیا تو آج ۱۴ صدیاں بعد یہ معنی کیسے درست ہو سکتا ہے!!!!

## ھندوپاک میں جشن میلاد النبی ﷺ کا آغاز

یہاں یہ بات بڑی حیران کن ہے، کہ جیسے آج ہندوپاک میں ۱۲ ربیع الاول کو یہ جشن بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے، ماضی میں ایسا ہرگز نہ تھا۔ بلکہ ۱۲ ربیع الاول کا دن بطور میلاد نہیں، ۱۲ وفات کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس کا اعتراف خود میلادیوں نے بھی اپنی کتب میں کر رکھا ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ بریلوی مکتبہ فکر کے مشہور عالم عبدالحکیم شرف قادری اپنے ایک عالم محمد نور بخش توکلی کے حالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندوپاک میں ۱۲ وفات کی بجائے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی“۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۵۹)

یہی عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں: ”۱۲ ربیع الاول شریف کو عام طور پر ۱۲ وفات کہا جاتا تھا، یہ حضرت علامہ توکلی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ گورنمنٹ کے گزٹ میں عید میلاد النبی ﷺ کا نام منظور کروایا، اور اس دن کی عام تعطیل منظور کروائی“۔ (عظمتوں کے پاسباں، ص ۳۳۷)

۲۔ آج سے قریباً ایک صدی قبل تہذیب نسواں کے نام سے ایک اخبار شائع ہوا کرتا تھا، جس کے ایڈیٹر سید ممتاز علی صاحب تھے۔ انہوں نے جشن عید میلاد کے حوالے سے جتنے مضامین ۱۹۰۹ء سے ۱۹۳۴ء تک اپنی اس اخبار میں شائع کئے، اسے ۱۹۳۴ء کو کتابی شکل میں شائع کیا، اور اس کا نام ”سبیل الرشاد“ رکھا۔ اس کتاب کے شروع میں ان کا دعویٰ ہے:

”منفردہ مجالس کے علاوہ اس بابرکت تہوار (عید میلاد) کو خاص میلاد کی تاریخ پر بطور عام قومی جشن کے عید میلاد کے نام سے منانے کی تحریک سب سے پہلے ۱۹۰۹ء میں خاکسار راقم نے مسلمانوں کے سامنے پیش کی۔“ (سبیل الرشاد، ص ۱)

اور اس کے پیچھے ان کی کیا نیت کارفرما تھی، وہ بھی پڑھ لیں۔ فرماتے ہیں: ”آج ۲۵ دسمبر عیسائیوں کا بڑا دن

ہے۔۔۔ لیکن ۲۵ دسمبر کو دن کی چھوٹائی، بڑائی سے کچھ تعلق نہیں، یہ وہ دن ہے کہ اس سے پہلی شب کو حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے، یعنی رات کو ولادت ہوئی، اگلی صبح ان کی عید مولود قرار پائی، عیسائیوں کے لئے خواہ دیسی ہوں یا یورپین، عزت، حرمت، عظمت میں اس دن سے بڑھ کر اور کوئی دن نہیں ہے۔ پچھلی رات کے وقت جو حضرت مسیح علیہ السلام کے پیدا ہونے کا وقت ہے، گرجا میں بڑے زور وشور سے گھنٹے بجنے لگتے ہیں، اور مسلمانوں کی سحری کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ چہل پہل ہو جاتی ہے۔ گھنٹے نہایت خوش آوازی اور شیریں نغمہ کے ساتھ بجتے ہیں۔ باجا بجانے والے بینڈ عیسائیوں کے گھر گھر پھرتے ہیں، اور عیسائیوں کو جگاتے ہیں کہ نجات دینے والا پیدا ہوا ہے، اٹھو، گرجا میں جاؤ۔۔۔'' کچھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں: ''افسوس مسلمان اپنے پیغمبر کے مولود کے دن ایسی خوشیاں نہیں مناتے۔۔۔'' (ص ۲، ۳)

درج بالا عبارت چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کہ عید میلاد کی یہ بدعت تقلیدِ نصاریٰ ہی کی مرہونِ منت ہے۔

قارئین کرام! انصاف درکار ہے!! کیا نبی اکرم ﷺ نے دین حنیف کی تعلیمات میں کسی بھی موڑ پر ایسی کمی کی گنجائش رکھی، کہ جسے پورا کرنے کے لئے یہود ونصاریٰ کی طرف رجوع کرنا پڑے!!! جبکہ ہمارے علم کے مطابق امام الانبیاء ﷺ نے زندگی کے ہر پہلو میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا، اگر ہم بھی راقم موصوف کی طرح عید میلاد کی روایت نصاریٰ سے لینے پر بضد ہیں، تو نبی اکرم ﷺ کی وہ احادیث کہاں جائیں گی جن میں ((من تشبه بقوم فهو منهم)) ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہیں میں شمار ہوگا''۔ (مسند احمد: ۲/ ۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴/ ۲۱۸، ح: ۱۹۳۹۴، شعب الایمان للبیہقی: ۲/ ۷۵، ح: ۱۱۹۹، وسندہ حسن) کی وعید شدید سنائی گئی ہے۔ اور اس روش کو دیکھ کر پیارے نبی ﷺ کی وہ پیشین گوئی آج پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے، جو سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا شبرا وذراعا بذراع، حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم)) قلنا: يا رسول الله! اليهود والنصارى؟ قال: ((فمن)).

''تم ضرور بضرور اپنے سے پہلوں کے طریقوں پر چلو گے، ہاتھ برابر ہاتھ، اور بازو برابر بازو۔ یہاں تک کہ ان میں سے اگر کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔ (صحابہ) ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ یہودی اور عیسائی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر کون''۔

( صحیح بخاری: ۷۳۲۰، صحیح مسلم: ۲۶۶۹)

۳۔ یہی سید ممتاز علی ایڈیٹر اخبار ''تہذیب نسواں'' مزید رقم طراز ہیں: ''لیکن ولادت کے باب میں چونکہ اختلاف ہے، اور کئی تاریخیں مشہور ہیں، اس لئے عید کی تاریخ ۱۲ ربیع کے سوا کوئی اور تاریخ مقرر کی جائے تو زیادہ مناسب ہوگا، کیونکہ ۱۲ ربیع تاریخ وفات مشہور ہے، بہتر ہو کہ مختلف روایتوں کی تاریخوں میں سے کوئی ایسی تاریخ منتخب کی جائے، جو سب سے دور کی تاریخ ہو (اس سے معلوم ہوا کہ ولادت کی تاریخ بھی خود بیٹھ کر گھڑی گئی) تاکہ اس کی اطلاع سب بہنوں کو پہنچ جائے۔'' (سبیل الرشاد ص ۱۳)

میلادیوں کی ان تمام عبارات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسم میلاد کا موجودہ تصور قریبا ایک صدی قبل یوم وفات کے طور پر جانا جاتا تھا، جسے بعد میں نصاری کی پیروی میں جشن میلاد کے نام سے اہل اسلام میں رائج کیا گیا۔ ان تاریخی شواہد سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے، کہ مجوزہ جشن میلاد کا اسلام کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

## عید میلاد کے بارے میں اسلاف کے اقوال

آخر میں سلف میں سے کچھ ائمہ کے عید میلاد کے حوالے سے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے عالم تاج الدین عمر بن علی فاکہانی (م ۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

"لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة، ولا ينقل عمله عن أحد من علماء الأمة الذين هم القدوة في الدين، المتمسكون بآثار المتقدمين، بل هو بدعة، أحدثها البطالون، وشهوة نفس اغتنى بها الأكالون" ''میں اس میلاد کی کوئی اصل کتاب وسنت میں نہیں پاتا، نہ ہی اس کا عمل ان علماء امت سے منقول ہے، جو دین میں ہمارے پیشوا ہیں اور متقدمین کے آثار کو تھامنے والے ہیں، بلکہ یہ ایسی بدعت ہے جسے باطل پرستوں نے ایجاد کیا ہے اور ایسی نفسانی خواہش ہے جس کا اہتمام پیٹ پرست لوگوں نے کیا ہے''۔ (المورد فی عمل المولد للفاکہانی: ص ۸، تحقیق علی بن حسن بن عبدالحمید، نیز دیکھیے: الحاوی للفتاوی للسیوطی: ۱/۱۹۱، ۱۹۰)

۲۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک اور عالم، علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م ۷۹۰) نے بھی عید میلاد النبی ﷺ کو بدعت قرار دیا ہے۔ (الاعتصام للشاطبی: ۱/۳۹)

۳۔ ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:
"یہ کام سلف صالحین نے نہیں کیا، باوجود اس بات کے کہ اس کا تقاضا (تعظیم رسول) موجود تھا اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی۔ اگر یہ کام بالکل خیر والا یا زیادہ خیر والا ہوتا تو اسلاف اس پر عمل کرنے میں ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم میں ہم سے بڑھ کر تھے، اور وہ نیکی کے زیادہ طلب گار تھے"۔ (اقتضاء الصراط المستقیم: ۱۲۳/۲ بتحقیق ناصر عبد الکریم العقل)

۴۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے ایک اور عالم علامہ ابن امیر الحاج فرماتے ہیں: "لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں، ایک مجلس میلاد بھی ہے جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے۔۔۔ اور اس مجلس میلاد پر یہ مفاسد اس صورت میں مرتب ہوتے ہیں جبکہ اس میں سماع ہو۔ سو اگر مجلس میلاد سماع سے پاک بھی ہو اور صرف بہ نیت مولود کھانا تیار کر لیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو، تب بھی وہ صرف اس نیت کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے، جو سلف صالحین کے عمل میں نہ تھا، حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے"۔ (المدخل لابن الحاج: ۲/۲، ط دار التراث)

**اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور سنت رسول ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین**